اُردو کا رسم الخط: ایک جائزہ

ہارون راؤ

Haroon Rao

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

وجیہہ شاہین

Wajeeha Shaheen

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Federal Urdu University of Arts, Science & Technology, Islamabad.

Abstract:

In this research article an effort has been made to show the unique and valid features of Urdu script. It is not only charming and attractive but an unparalleled and perfect model of short hand writing. It is impossible to change the specified script of any language, other wise it may lose its cultural, educational and historical assets and heritage.

مختلف آوازوں کے لیے اختیار کردہ تحریری علامتی نظام کو رسم الخط کہا جاتا ہے۔ رسم الخط اور زبان کو لازم وملزوم سمجھا جاتا ہے۔ دنیا میں پائی جانے والی تمام چھوٹی بڑی زبانیں رسم الخط کو جزو لاینفک تسلیم کرتی ہیں۔ زبان کے بغیر رسم الخط اپنا وجود طویل عرصے تک برقرار نہیں رکھ سکتا اور اسی طرح رسم الخط کے بغیر زبان کا لمبی مدت تک قائم رہنا ناممکنات میں سے ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان میں جسم اور جان کا رشتہ ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والے افراد نے طرح طرح کی آوازیں وضع کیں، ان آوازوں کو علامتی روپ دینے کی غرض سے علامتیں تشکیل دیں اور پھر انھی علامتوں کی بنا پر رسم الخط کی ایجاد ممکن ہوئی۔ بعض زبانوں کے لیے ایک سے زیادہ بھی رسم الخط مروّج ہیں اور کہیں ایک رسم الخط ایک سے زیادہ زبانوں کے لیے مستعمل ہے۔ ایک طرف رسم الخط کی متنوع اقسام ہیں تو دوسری طرف ان کا طرزِ تحریر بھی بہت سی اقسام کا حامل ہوتا ہے۔ بعض رسم الخط دائیں، کچھ بائیں سے دائیں طرف کو لکھے جاتے ہیں۔ چند زبانوں کے رسم الخط ایسے بھی ہیں جو اوپر سے نیچے کی طرف لکھے جاتے ہیں۔ کسی بھی رسم الخط کو پرکھنے کی کسوٹی یہ ہے کہ وہ اس زبان کی تمام اصوات کو، جس کے لیے وہ ایجاد ہوا، صحت، صفائی اور سہولت سے محفوظ کرے تاکہ پڑھنے والے کی زبان سے وہ اصوات بالکل اسی طرح ادا ہوں جس طرح بولنے والے کی زبان سے ادا ہوئی تھیں۔ زبان اور رسم الخط کا تعلق کتنا گہرا ہے؟ اس کا کچھ اندازہ جسم اور جان، زمین اور درخت اور بدن اور کھال کے تعلق کی جو مثالیں ماہرین لسانیات نے بیان کی ہیں۔ ان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ زبان اور رسم الخط کے تعلق کی گہرائی کو

بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر رابعہ سرفراز یوں رقم طراز ہیں:

''ڈاکٹر شوکت سبزواری زبان کو درخت اور رسم الخط کو زمین قرار دیتے ہیں۔ جیسے ایک درخت کی نشونما میں اس زمین کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے۔جس میں ایک درخت کی جڑیں پیوست ہوتی ہیں۔ بالکل اسی طرح زبان کے ارتقا میں رسم الخط بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ رسم الخط کو زبان کا آئینہ بھی قرار دیا جاتا ہے، جس میں زبان کے تمام خط وخال نظر آتے ہیں۔''(۱)

زبان اور رسم الخط کی ضرورت صرف بول چال اور لکھنے، پڑھنے کے لیے ہی نہیں ہوتی بلکہ ہر قوم کی زبان، اس کے ماضی، روایات، ثقافت، ادب اور علوم وفنون کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اگر کسی مرحلہ پر زبان کے رسم الخط کو بدل کر کوئی دوسرا رسم الخط مسلط کر دیا جائے تو اس کا بھیانک انجام یہ ہوسکتا ہے کہ وہ قوم اپنے کئی صدیوں کے علمی وادبی سرمایے سے ہی محروم ہو جائے اور یہ اتنا بڑا قومی نقصان ہے جس کی تلافی صدیوں میں بھی ممکن نہیں۔ اردو زبان اور اس کے رسم الخط کا تعلق بھی کچھ اسی نوعیت کا ہے۔ اردو کے ساتھ ساتھ اس کا رسم الخط نہ صرف علمی وادبی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس کی حیثیت قومی ہے، کوئی بھی زبان رسم الخط کے بغیر ادھوری ہے۔ جس زبان کا اپنا رسم الخط نہ ہو، وہ علم وادب کے خزانوں سے اپنا دامن نہیں بھر سکتی۔ ایک جامع اور مکمل رسم الخط زبان کو نئی تراش خراش عطا کر کے اسے وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں اور اظہار وبیان کے رموز سے ہمکنار کرتا ہے۔

اردو زبان اور اس کے رسم الخط نے مسلمانوں اور خاص طور پر مسلمان حکمرانوں کے زیر سایہ بچپن اور لڑکپن کا دور گزارا اور ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے دورِ عروج تک رسائی حاصل کی۔ مسلم تہذیب وتمدن سے اردو اور اس کے رسم الخط کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے سید قدرت نقوی یوں رقم طراز ہیں:

''اردو اور اس کے رسم الخط سے ہمارا رشتہ بہت قدیم ہے۔ اردو صرف زبان کا نام ہی نہیں بلکہ ایک تہذیبی علامت بھی ہے۔''(۲)

کوئی بھی زبان رسم الخط کے بغیر اپنے وجود کی بقا کی ضمانت نہیں دے سکتی یعنی رسم الخط اس کی بقا کا ضامن ہے۔ زبان اور رسم الخط لازم وملزوم ہیں۔

رسم الخط سے مراد وہ نقوش اور علامات ہیں، جنھیں حروف کہا جاتا ہے اور انھیں کی مدد سے زبان کی تحریری صورت کا تعین کیا جاتا ہے۔ دراصل زبان کی تحریری صورت کا نام ہی رسم الخط رکھا جاتا ہے۔ دنیا میں پائی جانے والی تمام بڑی زبانیں اپنا رسم الخط ضرور رکھتی ہیں۔

زبان مجموعہ الفاظ ہی کا دوسرا نام ہوتا ہے۔ الفاظ مرکب ہیں اصوات سے اور اصوات نام ہے۔ ان تصویروں، خطوط اور نشانات کا، جو ارتقائی منازل طے کر کے آج ہمارے سامنے، حروف کے نام سے موجود ہیں۔ ان حروف کا استعمال درست تلفظ کی ادائیگی اور معنی کے اظہار کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ حروف مربوط صورت میں کسی زبان کا رسم الخط ہیں۔

زبان کی طرح، اس زبان کے رسم الخط کے وجود میں آنے کے اسباب ان گنت ہوتے ہیں۔ زبان کے وجود میں آنے کے ابتدائی مراحل میں جب کوئی صوت کسی زبان سے نکلی ہوگی اور اس صوت کی نمائندگی کے لیے مخاطب کو اصل شے دکھائی

ہوگی یا جس چیز کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود تھا۔اس کی نشاندہی کے لیے کوئی نقش یا علامت بنا دی گئی ہوگی۔ٹھوس اشیا کے اظہار کے لیے ان کے نقوش یا علامات سے کافی مدد ملی ہوگی۔لیکن جذبات اور کیفیات کے اظہار میں بہت ہی دِقّت کا سامنا کرنا پڑا ہوگا کیوں کہ جذبات، احساسات اور کیفیات کا تعلق خارجی دنیا سے نہیں ہوتا اور عالمِ محسوسات سے بھی ان کا تعلق زیادہ نہیں ہوتا۔اب ہر طرح کے احساسات، جذبات اور کیفیات کو ظاہر کرنے کے لیے رسم الخط کا سہارا لیا جاتا ہے۔اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ حضرت انسان نے بہت جلد مجرد اسموں کے لیے بھی علامتیں وضع کر لی تھیں۔اب یہی علامتیں ہزاروں سال کی مسافت طے کرنے کے بعد حروف کے نام سے اپنی پہچان رکھتی ہیں۔ان علامتوں کو ہی رسم الخط کہا جانے لگا۔زبان اور رسم الخط ایک حقیقت پر مبنی مظہر کے دو روپ ہوتے ہیں۔اس حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

> ’’زبان اور رسم الخط دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔کسی نے صحیح کہا ہے کہ رسم الخط کو کسی زبان کا محض لباس سمجھنا غلطی ہے۔لباس کو اتار کر پھینکا جاسکتا ہے، بدلا جاسکتا ہے۔رسم الخط زبان کا لباس نہیں بلکہ اس کی جلد کی حیثیت رکھتا ہے۔اس لیے اسے زبان سے الگ کرنے کا نتیجہ زبان کی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔‘‘(۳)

رسم الخط کے متعلق یہ خام خیالی ہے کہ کسی ایک زبان کو دوسرے رسم الخط میں پوری صحت کے ساتھ لکھا جاسکتا ہے یا دوسری زبان کے مفاہیم و مطالب اپنی زبان کے رسم الخط میں من وعن اور ہو بہو ظاہر کیے جاسکتے ہیں۔اگر ایسا کرنا ممکنات میں سے ہوتا تو ہر زبان اپنا الگ رسم الخط اختیار نہ کرتی۔اس طرح تو ساری زبانیں ایک ہی قسم کے حروف یا رسم الخط کو اپنا لیتیں۔لیکن یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایسا نہ تو ماضی میں ممکن ہوا اور نہ مستقبل میں ممکن ہوگا۔

روح کے لیے جسم کی اشد ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ کوئی بھی جسم جو صالح، توانا اور اکمل ہو وہ روح کو ترقی دینے اور اندرونی توانائی مہیا کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے۔اسی طرح زبان کو بھی ایک رسم الخط کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ہر چھوٹی یا بڑی زبان کے لیے رسم الخط جزوِ لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔زبان کو رسم الخط سے علاحدہ کرنا، اس زبان کو زندہ درگور کرنے کا ہی دوسرا نام ہے، کیوں کہ کسی بھی زبان کے لیے اپنے مخصوص رسم الخط کے بغیر طویل عرصے تک بقیدِ حیات رہنا ناممکنات میں سے ہے۔ دونوں کا باہمی تعلق جسم اور جان کی طرح کا ہوتا ہے۔لہٰذا ان کو الگ الگ کرنے کی ہر کوشش قابلِ مذمت ٹھہرائی جاتی ہے۔زبان رسم الخط کی محتاج ہوتی ہے اور اس طرح رسم الخط زبان کا محتاج ہوتا ہے۔

رسم الخط کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا اثر زبان پر براہ راست ہوتا ہے۔رسم الخط زبان کی نشوونما میں تو کوئی خاص دخل اندازی نہیں کرتا مگر وہ زبان کے مزاج اور اس میں وقوع پذیر ہونے والی نت نئی تبدیلیوں اور ارتقائی مراحل کا گواہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے رسم الخط کو زبان کا آئینہ بھی قرار دیا جاتا ہے جس میں اس کے تمام خط وخال نظر آتے ہیں۔اسے زبان کے اثرات اور عوامل کے لیے ایک مقیاس کی حیثیت دی جاتی ہے۔اس کو ایک ایسی کتاب سے تشبیہ دی جاتی ہے جس میں اس زبان کی مبسوط اور مربوط تاریخ درج ہوتی ہے۔

ایک درخت کو اکھاڑ کر جب ایک زمین سے دوسری زمین میں منتقل کیا جاتا ہے تو غالب امکان ہوتا ہے کہ وہ درخت دوسری جگہ پر نہیں پھلے پھولے گا۔اس کی وجہ اس زمین کی تاثیر ہوتی ہے۔دوسری جگہ جب اس درخت کو وہی ماحول میسر نہیں آتا

تو اس کی بڑھوتری متاثر ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پھل پھول دینے کی صلاحیت یقیناً متاثر ہوتی ہے۔

کسی زبان کے قدیم رسم الخط کو ترک کرنا اور اس کی جگہ نئے رسم الخط کو مسلط کرنا، ماہرین لسانیات کی نگاہ میں غیر فطری عمل ہے جس کا نتیجہ زبان کی تباہی و بربادی کی صورت میں نکلتا ہے۔

رسم الخط کی تبدیلی کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری یوں رقم طراز ہیں:

> ''کسی زبان کے قدیم رسم الخط کو ترک کرنا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا خط اختیار کرنا ایک غیر فطری عمل ہے۔ اس میں زبان کا مزاج بدل جاتا ہے۔ اس کی تاریخ مٹ جاتی ہے۔ لفظ بے جان ہو جاتے ہیں اور زبان میں وہ اثر اور جادو نہیں رہتا جو جگر پینے پر اس نے حاصل کیا تھا۔''(۴)

ایک زبان کو دوسرے رسم الخط کو اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اس طرح وہ اپنی تمام تر تہذیبی و تمدنی ترقی سے محروم ہو سکتی ہے۔ رسم الخط کا اثر اس قوم کے مزاج پر بھی پڑتا ہے۔ اردو کے متداول رسم الخط میں تبدیلی لانے کی تمام تجاویز، اردو کے خط کی خصوصیات کے سامنے زیادہ پذیرائی حاصل نہ کر سکیں۔

ہر زبان کے حروف تہجی کے نظام میں جتنے حروف یا نشانات ہوتے ہیں۔ اتنی ہی آوازیں اس کے بولنے والے پیدا کرتے ہیں اردو رسم الخط بہت جامع اور مفید ثابت ہوا ہے کہ وہ اردو طبقے کی ساری آوازوں کی نمائندگی احسن طریقے سے کرنے کا اہل ہے۔

مختلف زبانیں حروف تہجی کی مختلف تعداد رکھتی ہیں۔ اردو حروف تہجی کی تعداد عموماً پچاس (۵۰) سمجھی جاتی ہے۔ انگریزی چھبیس (۲۶)، ناگری (ہندی) بیالیس (۴۲)، عربی انتیس (۲۹) اور فارسی تینتیس (۳۳) حروف تہجی رکھتی ہے۔ چوں کہ یہ حروف ان زبانوں میں استعمال ہونے والی آوازوں کی علامات ہیں۔ اسی لیے با آسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اردو زبان میں آوازوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے اردو کا مزاج بین العلاقائی اور بین المملکتی بن چکا ہے۔ اس نے عربی، فارسی اور ہندی زبانوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس طرح آریائی اور سامی، دونوں خاندانوں کے اثرات اردو رسم الخط پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ عربی کا تعلق سامی زبانوں کے خاندان سے ہے جبکہ اردو اور فارسی کا تعلق ہند آریائی زبانوں کے خاندان سے ہے۔ زبانوں کے ان دونوں خاندانوں میں آوازوں کے اعتبار سے بہت فرق پایا جاتا ہے۔

بہت سی پس ماندہ اقوام اپنا علمی ورثہ، کتب خانے اور زبان و بیان کے لیے اپنا رسم الخط نہیں رکھتیں۔ عربی خط تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ بہت سے اسلامی ملکوں میں رائج ہے۔ اردو کے لیے بھی یہی خط چند تبدیلیوں کے ساتھ مروج ہوا۔ جب عربوں نے ایران کو فتح کیا تو یہاں سیاسی اثرات کے ساتھ ساتھ لسانی سطح پر بھی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ فارسی خط نے بہت سی اصوات کے لیے عربی کے رسم الخط سے علامات کو حاصل کیا۔ اس طرح فارسی خط پر بھی سامی اثرات مرتب ہوئے۔ اردو اپنے مزاج کے باعث بہت سی زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمو چکی ہے۔ اب انگریزی کے اثرات بہت تیزی سے اردو کو متاثر کر رہے ہیں۔ اردو رسم الخط کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ڈاکٹر اشرف کمال رقم طراز ہیں:

> ''مسلمانوں کی جدت پسندی اور قوت اختراع کا یہ کرشمہ ہے کہ انھوں نے سامی لباس کو

آریائی جسم کا جامہ زیبا بنادیا۔ مدتوں تک اہل علم اور اہل فن اس کی تراش خراش میں مصروف رہے۔''(۵)

اردو زبان کا دامن بہت وسیع ہے۔ دیگر زبانوں کے لفظوں کو اس نے اپنے دامن میں خوش دلی سے جگہ دی ہے۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوا ہے۔ اردو زبان اور اس کا رسم الخط جامعیت کا حامل ہے جبکہ دوسری زبانیں اور رسم الخط اس قدر جامعیت اور ہمہ گیری نہیں رکھتے۔ اردو رسم الخط میں عربی خط کے تمام حروف شامل ہیں۔ عربی زبان کے حروف تہجی مندرجہ ذیل ہیں:

ا، ب، ت، ث، ج، ح، خ، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، ل، م، ن، و، ہ، ء، ی۔

یہ ترتیب ابن مغلہ نے پیش کی تھی اور اسے ابجث کہا جاتا ہے۔ اردو کے حروف میں، ٹ، چ، ڈ، ڑ، ژ، گ اور ے بھی شامل ہیں۔

عربی کی طرح فارسی زبان کے تمام حروف تہجی بھی اردو میں شامل ہیں۔ اردو نے کچھ حروف ہندی (ناگری) زبان سے لیے ہیں۔ ہندی زبان کے مفرد حروف بھ، پھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، کھ، گھ، کو اردو میں مرکب قرار دے کر ادا کرنے کا ایک ٹھوس اصول اپنا لیا گیا ہے۔ بقولِ عبدالقدوس ہاشمی:

''اردو رسم الخط اگرچہ فارسی رسم الخط سے لے کر بنایا گیا ہے لیکن اسے بعینہٖ فارسی کا رسم الخط نہیں کہہ سکتے کیوں کہ اگر نسبت اصل کی طرف ہی منظور ہے تو ہندی رسم الخط کو بھی سنسکرت بلکہ قدیم سامری رسم الخط کہا کیجیے کیوں کہ تاریخ کا وسیع علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ ناگری میں اپنا حصہ اس سے زیادہ نہیں جتنا اردو رسم الخط میں اپنا اردو کا ہے۔''(۶)

یہ حروف تہجی کسی بھی زبان میں مستعمل اصوات کا تعین کرتے ہیں۔ اردو میں آوازوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور یہ دنیا کی تمام آوازوں کا مجموعہ محسوس ہوتی ہے۔ اردو دان طبقہ عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی کو ان کے حقیقی تلفظ کے ساتھ بولنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

''گویا جس طرح اردو اپنے ذخیرہ الفاظ اور صرف ونحو کے اصول کے لحاظ سے ایک مخلوط زبان ہے اسی طرح اس کا رسم الخط بھی مخلوط ہے، وہ دائیں سے بائیں لکھا جاتا ہے اور ظاہر میں عربی وفارسی رسم الخط سے بہت قریب ہے لیکن اردو کے رسم الخط کو عربی یا فارسی کا رسم الخط خیال کرنا درست نہ ہوگا۔''(۷)

اردو دان طبقے کو کسی بھی زبان کو سیکھنے میں بہت آسانی محسوس ہوتی ہے اور ایسا اردو رسم الخط کی جامعیت اور وسعت کی وجہ سے ہے کیوں کہ یہ تمام زبانوں کی آوازوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اسی خصوصیت کو ڈاکٹر فرمان فتح پوری یوں بیان کرتے ہیں:

''مکمل زبان وہ ہے جس میں ہر وہ خیال جو انسان دماغ میں آسکتا ہے، نہایت صفائی اور زور کے ساتھ ایک مخصوص لفظ کے ذریعے ظاہر کیا جاسکے۔ خیالات اگر سادہ ہوں تو الفاظ بھی

سادہ اور اگر خیالات مشکل ہوں تو وہ بھی مشکل، اس طرح مکمل رسم الخط وہ ہے جس میں اس زبان کی ہر آواز کے لیے ایک مخصوص نشان ہو۔'' (۸)

اردو رسم الخط، دوسرے رسم الخطوں کے برعکس کم جگہ گھیرتا ہے، اس سے کاغذ اور وقت، دونوں کی بچت ہوتی ہے۔ یہ خط دیکھنے میں جاذبِ نظر (Attractive) ہے۔ یہ سادہ ہونے کے باوجود پرکشش ہے۔ اس خط کو اردو کے علاوہ کئی دوسری زبانوں کو بی مدنظر رکھ کر وضع کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اشرف کمال اس کی خوبیوں کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''فارسی کی صوتیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل ایران نے عربی حروف میں ترمیم واضافے کے ذریعے مثلاً: ''پ'' اور ''چ'' کے نقطوں میں اضافہ کرکے یا کاف کی کشش کو دہرا کرکے، عربی رسم الخط کو اپنی ضروریات کے مطابق بنالیا۔ جب مسلمان اس رسم الخط کو لے کر ہندوستان آئے تو اس طرح کی ترمیم واضافے سے اسی رسم الخط میں سنسکرت اور دراوڑی زبانوں کی ان آوازوں کو لکھا جانے لگا جو عربی اور فارسی میں وجود نہیں رکھتی تھیں۔ مثلاً: ''ٹ''، ''ڈ'' اور ''ڑ''۔ جہاں تک آوازوں کا معاملہ ہے تو اردو کو یہ فخر حاصل ہے کہ حروف تہجی کی تعداد کے لحاظ سے وہ ایک اتنی ثروت مند زبان ہے کہ تقریباً ہر آواز کو ادا کرسکتی ہے، چاہے وہ عربی کا ''ق'' ہو یا فارسی کا ''ژ'' یا سنسکرت/دراوڑی کا ''ڑ'' اور ''گھ''۔ اردو میں ان آوازوں کو اسی طرح بولا اور لکھا پڑھا جاسکتا ہے۔'' (۹)

اردو رسم الخط کی یہ بھی خوبی ہے کہ اس میں اعراب کی ضرورت نہیں پڑتی۔ رومن رسم الخط میں A,E,I,O,U (Vowelletters) کے حروف زبر۔ زیر اور پیش کی آوازوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہندی (ناگری) رسم الخط میں بھی کچھ حروف، اعراب کی حرکتیں پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

علامات اور حرکات وسکنات کی منظّم ترتیب، جس کے ذریعے کسی بھی لفظ کا حقیقی تلفظ ادا کیا جاسکتا ہے اور اس سے اس لفظ کا مخصوص معنی قائم ہوتا ہے، نظام اعراب کہلاتا ہے۔

انگریزی اور ہندی میں جگہ جگہ ان حروف علت اور ان کی علامتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اردو رسم الخط میں اعراب کے لیے الگ سے حروف مخصوص نہیں کیے جاتے بل کہ یہ کام زبر۔ زیر، پیش، کے مختصر نشانات سے لیا جاتا ہے۔ جب اردو لکھنے پڑھنے کی خوب مشق ہے تو ان نشانات کا استعمال ضروری نہیں رہ جاتا۔ جملے کی ساخت اور مفہوم کی وجہ سے ہر لفظ کے اعراب خود بہ خود ذہن میں اُبھرنے لگتے ہیں۔ اس طرح اردو رسم الخط مختصر نویسی کی طرف مائل ہے۔

اردو رسم الخط دیدہ زیب ہے اور خطِ نستعلیق تو بنایا ہی خطاطی کے لیے گیا تھا لیکن مرور ایام کے ساتھ ساتھ یہ ہر طرح کی تحریروں کے لیے استعمال ہونے لگا۔ وقت کی قلت کے باعث آج مختصر نویسی اور زود نویسی کی بہت اہمیت سمجھی جاتی ہے۔ اردو کا رسم الخط پہلے ہی مختصر نویسی (Short Hand) کی ایک زندہ مثال ہے۔ آج جب اردو زبان اور اس کے رسم الخط کی سرکاری سطح پر سرپرستی نہ ہونے کے برابر ہے، اس خط اور زبان کا مسلسل ترقی پذیر ہونا، اس کی ذاتی خوبیوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اردو رسم الخط کے حروف تہجی مسلسل ارتقا پذیر، میں نئی نئی اصوات کے لیے حروف وضع کرنے کا عمل تواتر سے جاری رہتا ہے اور یہ ایک نہ رکنے والا

سفر ہے۔اردو رسم الخط نے جدید عہد کے تمام تقاضوں کو احسن انداز میں نبھایا ہے اور یہ اردو دان طبقے کے لیے قابلِ فخر ورثہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ رابعہ سرفراز، ڈاکٹر، اردو زبان اور بنیادی لسانیات، فیصل آباد: مثال کتاب گھر، ۲۰۱۵ء، ص:۱۲۵

۲۔ قدرت نقوی، سید، لسانی مقالات، جلد دوم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص:۱۳۰

۳۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو املا اور رسم الخط (اصول و مسائل)، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص:۷۸

۴۔ ایضاً، ص:۷۵

۵۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، لسانیات، زبان اور رسم الخط، فیصل آباد: مثال کتاب گھر، ۲۰۱۲ء، ص:۹۴

۶۔ ہاشمی، عبدالقدوس، مضمون: ہمارا رسم الخط، مشمولہ: اردو رسم الخط، مرتبہ: شیما مجید، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء، ص:۵۱

۷۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو و تدریس، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص:۶۷

۸۔ ایضاً، ص:۶۸

۹۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، لسانیات، زبان اور رسم الخط، ص:۹۶۔۹۵

☆......☆......☆